بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

مسلم معاشرہ' خاندانی منصوبہ بندی اور معاشی ترقی

پروفیسر خورشید احمد

فرد ہو یا قوم' معاشرہ ہو یا ریاست ' ان کی ترقی اور استحکام کے لیے چند عوامل مرکزی اور اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ سب سے پہلی اور اہم ترین چیز مقصد حیات اور اس کے نصب العین کے باب میں مکمل یکسوئی اور جمعیت خاطر ہے۔ جن کا حال یہ ہو کہ ؎

جاتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

وہ زندگی میں کبھی کوئی بڑا کام انجام نہیں دے سکتے۔ ان کا حال تو قرآن کے الفاظ میں یہ ہے: مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ (النساء ۴:۱۴۳) دو منزلوں یعنی (کفروایمان کے درمیان) ڈانواڈول ہیں' نہ پورے اس طرف ہیں اور نہ پورے اس طرف۔

وہی افراد اور اقوام تاریخ سازی کا کارنامہ انجام دے سکتے ہیں اور زندگی کی رفعتوں کو چھو سکتے ہیں جو اپنے مقصد کا واضح شعور رکھتے ہوں' اپنے آدرش پر مکمل یقین رکھتے ہوں اور اس کے حصول کے لیے جان اور مال کی بازی لگانے کا داعیہ رکھتے ہوں۔ بقول اقبال ؎

یقیں افراد کا سرمایہ تعمیر ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے

اس کے لیے وحدت افکار اور وحدت کردار دونوں ضروری ہیں ؎

آہ! اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہ
وحدت افکار کی' بے وحدت کردار' ہے خام!

مقصد کے باب میں یکسوئی اور وحدت افکار اور وحدت کردار کے ساتھ دوسری ضرورت اپنے زمانے کے حالات' درپیش خطرات اور وقت کے چیلنجوں کا ادراک اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اخلاقی اور مادی وسائل کا حصول اور ان کا بہترین استعمال ہے۔ جو فرد یا قوم محنت' جدوجہد' قربانی اور جہاد کے لیے تیار نہ ہو' وہ کبھی اپنی منزل مقصود کو حاصل نہیں کر سکتی ۔

زندگی مضمون تسخیر است و بس
آرزو افسون تسخیر است و بس

قیادت اور قوم دونوں میں ہم آہنگی' اعتماد اور تعاون ہی کے ذریعے یہ منزل سر کی جا سکتی ہے۔ اگر کسی قوم کی قیادت اور اس کے عوام میں مسلسل کش مکش اور پیکار کی کیفیت ہو' قوم کسی رخ پر جانا چاہتی ہو اور قیادت اسے کسی اور سمت میں لے جانا چاہتی ہو تو ساری قوتیں باہمی جنگ و جدل کی نذر ہو جاتی ہیں اور بالآخر ایسی قوم دشمنوں کے لیے نرم نوالہ بن جاتی ہے۔

ایک زندہ قوم کے لیے ہر دن خود نظری اور خود احتسابی کا دن ہے لیکن ملت اسلامیہ پاکستان کے لیے اگست کا مہینہ خود احتسابی کا ایک خصوصی موقع فراہم کرتا ہے کہ اس کا ہر فرد جائزہ لے کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام اس پر آزادی اور سرزمین پاکستان پر اقتدار کی شکل میں کیا تھا' اس کا اس نے کتنا حق ادا کیا ہے۔ اسے معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ملک و ملت آج جس بحران میں مبتلا ہے اس کی اصل وجوہات کیا ہیں اور کس طرح اس دلدل سے نکل کر قوم اپنی اصل منزل کی طرف پیش قدمی کر سکتی ہے۔

ہماری نگاہ میں جو تین بڑے مرض ہمیں لاحق ہیں وہ یہ ہیں:

۱- مقصد کے بارے میں یقین اور یکسوئی سے محرومی اور فکری اور عملی انتشار۔

۲- عالمی حالات' بیرونی اور اندرونی خطرات اور مسائل سے غفلت۔

۳- قیادت اور قوم کے عزائم و احساسات اور جذبات و اہداف میں عدم مطابقت۔

قیام پاکستان کے اولیں ایام کی کیفیت جن افراد نے بچشم سر دیکھی ہے وہ گواہی دیں گے حکومت کے کارپرداز کرسی اور میز کے بغیر جوش اور جذبے سے اس نئی مملکت کی تعمیر کر رہے تھے اور ہر قربانی دے کر اپنے اس گھر کو بنانا چاہتے تھے۔ لیکن سیاسی بازی گروں اور مفاد پرستوں نے وہ کھیل کھیلا کہ ساری بازی ہی پلٹ گئی اور آہستہ آہستہ وہ عناصر سیاہ و سفید کے مالک بن گئے جن کا نہ تحریک پاکستان میں کوئی کردار تھا اور نہ وہ ملت اسلامیہ پاکستان کے حقیقی نمایندے اور اس کے عزائم اور تمناؤں کے ترجمان تھے۔ اس انقلاب معکوس نے ملت کو آزادی کی نعمتوں سے محروم کر دیا اور اس کش مکش کو جنم دیا جس نے اس وقت کی سب سے بڑی اسلامی مملکت اور دنیا کے پانچویں بڑے ملک کو سیاسی' معاشی' اخلاقی' تعلیمی' تہذیبی' غرض ہر

اعتبار سے دیوالیہ اور جغرافیائی اعتبار سے دولخت کر دیا۔ آج عالم یہ ہے کہ پہلی مسلمان ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود، ہم سیاسی اور معاشی اعتبار سے بے وقعت ہیں اور عالمی اور علاقائی قوتیں ہمیں اپنے شکنجے میں کسنے اور ہماری آزادی اور نظریاتی و تہذیبی تشخص کو پامال کرنے کے درپے ہیں۔

سیاست دانوں کی بداعمالیوں اور مفاد پرستی سے قوم اتنی نالاں رہی ہے کہ اس نے بار بار فوجی انقلاب کا خیرمقدم کیا لیکن ہر بار اسے مایوسی ہی ہوئی--- اور اب ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو برسراقتدار آنے والی قوتوں سے مایوسی کی لہر بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ جو توقعات ابھری تھیں وہ ہوا میں تحلیل ہو رہی ہیں۔ احتساب، صاف ستھری عبوری قیادت، معیشت کی بحالی، بھارت کی علاقائی بالادستی کا مقابلہ، عالمی استعماریت کے خلاف پشتہ بندی، بنیادی انتخابی اصلاحات تاکہ عوام کی حقیقی نمایندہ قیادت جو ایمان، علم، دیانت اور صلاحیت سے مالا مال ہو، زمام کار سنبھال سکے، یہ سارے خواب، خواب ہی محسوس ہوتے ہیں۔ نو مہینے میں بھی ان کی طرف کوئی نمایاں پیش رفت نظر نہیں آتی بلکہ انھی امراض کا اعادہ ہو رہا ہے جو آج تک لاحق ہیں اور قومی و ملی صحت کو کمزور سے کمزور تر کر رہے ہیں۔

۱۱ جولائی کو عالمی یوم آبادی کے موقع پر جن پالیسی رہنما خطوط کا اعلان کیا گیا ہے ان کے آئینے میں موجودہ قیادت کے ان تینوں امراض کی گرفت میں آجانے کا نقشہ دیکھا جا سکتا ہے۔

مسلم معاشرے کا اپنا دینی، اخلاقی، تہذیبی اور تاریخی تشخص ہے۔ تحریک پاکستان کا اصل مقصد اور امت مسلمہ کا اصل مشن اس تشخص کو مستحکم کرنا اور خدا کی زمین پر خدا کی مرضی قائم کرنے کی جدوجہد کرنا ہے۔ یہ جذبہ اس امت کے رگ و پے میں اس طرح سمایا ہوا ہے کہ آج تک کوئی قوت اسے دبا نہیں سکی ہے۔ ہر زمانے میں اندرونی فساد اور بیرونی یلغار نے اسے تہہ وبالا کرنے کی کوشش کی ہے مگر ایسی ہر کوشش بالآخر ناکام و نامراد رہی ہے۔ لیکن ایک مختصر سا طبقہ، جو دور استعمار کی پیداوار اور آج کے عالمی استعماری نظام کا آلہ کار ہے، برابر یہ کوشش کر رہا ہے کہ مسلم معاشرے کو اس کی اصل بنیادوں سے کاٹ کر یہاں مغرب کے سیکولر نظریات، اخلاق باختہ تہذیب و تمدن اور ظلم و ناانصافی پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کو مسلط کرے۔ اس کے لیے شب و روز نت نئے شوشے چھوڑے جاتے ہیں۔

تازہ حملہ خاندانی منصوبہ بندی کی شکل میں ہے جسے بڑے مغالطہ کن (deceptive) معاشی نعروں کے ساتھ جنگی بنیادوں (war footing) پر سر کرنے کے عزائم کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو حضرات بھی موجودہ قیادت کو اس راہ پر ڈال رہے ہیں، اور جو ذمہ داران مملکت اس کھیل کو کھیلنے کے لیے آمادہ ہو گئے ہیں، وہ مسلم معاشرے اور اسلامی اقدار کو درہم برہم کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جن معاشی مقاصد کی دہائی

دے کر یہ کام کیا جا رہا ہے وہ محض ایک دھوکا اور واہمہ ہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی کی عالمی تحریک' دین و ایمان اور تہذیب و اخلاق کے خلاف ایک گھناؤنی سازش اور مغربی اقوام کے باقی دنیا پر سیاسی غلبے اور تہذیبی تسلط کا ایک پروگرام ہے۔ اگر دینی احکام' ملی ترجیحات اور عالمی حالات اور سازشوں کے علم کے بغیر یہ کام ہو رہا ہے تو یہ جہالت افسوس ناک لیکن ناقابل معافی ہے۔ اور اگر یہ کام عالمی تحریک کا آلہ کار بن کر کیا جا رہا ہے تو ایک قومی جرم اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلم معاشرے اور امت اسلامیہ کے خلاف جنگ کے مترادف ہے۔

امت مسلمہ کے معتبر دینی اور فکری قائدین اس امر پر تقریباً متفق ہیں کہ اگرچہ شریعت انفرادی حالات میں کچھ شرائط کے ساتھ اور شریعت کی نگاہ میں معتبر مصالح کی خاطر ضبط ولادت کی محدود اجازت دیتی ہے اور وہ بھی بہ اکراہ' مگر اس بات کا کوئی جواز نہیں کہ اسے ایک قومی تحریک کی طرح سرکاری سرپرستی میں زبردستی یا ترغیب کے سہارے ملک و ملت پر مسلط کیا جائے۔ بڑے مضبوط اور محکم دلائل کے ساتھ یہ بات بار بار واضح کی جا چکی ہے۔ پاکستان میں مرکزی حکومت کے استصواب پر' دستور کی دفعہ ۲۲۷ کے تحت قائم اسلامی نظریاتی کونسل جو تمام مکاتب فکر کے علما کے علاوہ قانونی اور معاشی ماہرین اور خواتین کے نمایندوں پر مشتمل ہے' اپنی رائے بڑی تفصیل کے ساتھ اور متفقہ طور پر دے چکی ہے۔ کونسل نے آیات قرآنی' احادیث اور فقہاے امت کے اقوال کی روشنی میں اس رائے کا اظہار کیا ہے:

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے عزل کا جواز بلاکراہت قطعاً ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کی حوصلہ شکنی کا جواز نکلتا ہے۔ اس کی مثال طلاق کی سی ہے۔ طلاق کو گو جائز قرار دیا گیا ہے لیکن اسے کبھی پسند نہیں کیا گیا۔ یعنی جس طرح طلاق جائز ہے لیکن اس کو قومی پیمانے پر رواج دینے کی پالیسی اسلام میں ناپسندیدہ اور معاشرے کے لیے ضرر رساں ہے' لہٰذا ممنوع ہے۔ اسی طرح ممانعت حمل کی تدابیر کو قومی پیمانے پر رواج دینے اور اس طرح فحاشی کو فروغ دینے کی پالیسی اسلام میں ناپسندیدہ اور معاشرے کے لیے ضرر رساں ہے' لہٰذا ممنوع ہے۔ البتہ انفرادی سطح پر اگر کسی شادی شدہ عورت کو حمل سے یا بچہ پیدا کرنے سے جان کا خطرہ ہو تو اسے خاص اس کے اپنے حالات کے لیے اجازت دی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا احادیث صرف ضرورت کے وقت انفرادی صورتوں میں کراہت کے ساتھ مانع حمل تدابیر کی اجازت دیتی ہیں۔ علماے اسلام کے جن فتاویٰ میں عزل یا منع حمل کی تدابیر اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس کا تعلق بھی غیر معمولی انفرادی ضرورت سے ہے۔ لیکن قومی پیمانے پر ملک و ملت کا کروڑوں روپے کا قیمتی سرمایہ برباد کر

کے مانع حمل تدابیر کو فروغ دینا اور اس طرح براہ راست فحاشی کو عام کرنا اسلام میں کسی طرح جائز قرار نہیں دیا جا سکتا (رپورٹ خاندانی منصوبہ بندی، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد، اپریل ۱۹۸۴ء، ص ۱۰)۔

کونسل نے اپنے دلائل دینے کے بعد یہ سفارش کی ہے:

مندرجہ بالا دلائل و براہین کی روشنی میں کونسل شدت سے محسوس کرتی ہے کہ پاکستان میں ضبط تولید (خاندانی منصوبہ بندی) کی سرکاری سطح پر مہم نہ صرف اسلام کے منافی ہے بلکہ پاکستانی معاشرے کے لیے ہر لحاظ سے سخت تباہ کن ہے، لہٰذا متفقہ طور پر سفارش کرتی ہے کہ:

۱- سرکاری سطح پر ضبط تولید کی مہم فوراً بند کی جائے اور معاشی منصوبہ بندی میں سے ضبط تولید کا پروگرام خارج کیا جائے۔

۲- تمام دوا فروشوں کو ہدایات جاری کی جائیں کہ وہ ضبط تولید کی ادویات و آلات صرف ان شادی شدہ جوڑوں کو فراہم کریں جو نکاح نامہ اور کسی منظور شدہ ڈاکٹر سے اس امر کا سرٹیفکیٹ پیش کریں کہ متعلقہ خاتون کو حمل سے ایسا جانی نقصان پہنچ سکتا ہے جس کا انسداد کسی اور طرح ممکن نہیں۔ اسی قسم کی ہدایت ڈاکٹروں کو نس بندی کے سلسلے میں بھی جاری کی جائیں (ایضاً، ص ۲۰)۔

وزارت صحت کے مزید استصواب پر جو مسز انور رضا کے مسودہ کتاب اسلامی قانون اور خاندانی منصوبہ بندی اور ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ کے نوٹ پر مشتمل تھا اور جس میں خاندانی منصوبہ بندی کے جواز کے دلائل دیے گئے تھے، نظریاتی کونسل نے مفصل محاکمہ کیا اور ایک بار پھر اپنی اس رائے کا اظہار کیا:

قرآن و حدیث کو ان تصریحات کی روشنی میں ہم ضبط تولید کو ایک عمومی تحریک کی صورت میں ملک کے اندر چلانا اور خاندانی منصوبہ بندی کے عنوان سے آبادی کو محدود کرنے کی کوشش کرنا، مسلمان معاشرے کے لیے انتہائی مضر اور نقصان دہ سمجھتے ہیں اور بہ شدت اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس سے عورتوں کے جسم و نفس کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور اس پر طبی دلائل موجود ہیں، معاشرتی نقصان بھی ہے بلکہ حقیقتاً دیکھا جائے تو اس سے معاشی نقصان بھی ہوتا ہے۔ آبادی کا اضافہ ہو گا تو ذہن و دماغ اور ہاتھ پیر رکھنے والے نوجوان مزید کوشش اور محنت و مشقت کرنے کے نئے نئے وسائل معیشت دریافت کریں گے اور آبادی کے اضافے کے ساتھ معاشی سرگرمی بھی تیز تر ہو جائے گی۔ اگر آبادی محدود ہو گی تو وہ محدود وسائل پر قناعت کر کے محدود دائرے میں رہیں گے اور معاشی ترقی رکی رہے گی۔ درحقیقت ہماری مخالفت کی اصل وجہ تو شرعی ہے اور شرعاً ایسی تحریک کے ممنوع ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس سے یہ سارے نقصانات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم نے اجمالاً ان کی طرف اشارہ کر دیا (ایضاً، ص ۷۶)۔

نیز اپنا فیصلہ یوں بیان کیا:

ازروے شریعت ضبط تولید (عزل) کی اجازت انفرادی صورتوں میں مندرجہ ذیل حالات کے پیش نظر ہے: ۱- جب کہ حمل کا ہونا بیوی کی صحت کے لیے نقصان دہ ہو۔ ۲- جب کہ بیوی بیمار ہو اور حمل کے باعث اس کی بیماری میں اضافے کا اندیشہ ہو۔ ۳- جب کہ ماں کا حاملہ ہونا ماں کی چھاتی سے دودھ پیتے بچے کی پرورش کے لیے نقصان دہ ہو۔

یہاں اس حقیقت کا واضح کر دینا ضروری ہے کہ اسلامی شریعت میں (دیکھیے انعام :۱۵۲، بنی اسرائیل : ۳۱) رزق کی تنگی کا خوف (خشیۃ املاق) ضبط تولید کے لیے کبھی جائز سبب کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔

ضبط تولید کا جسے خاندانی منصوبہ بندی (اور اب آبادی کی منصوبہ بندی) کہا جاتا ہے، ریاست کی باقاعدہ پالیسی کے طور پر اپنانا اسلامی شریعت کی روح کے خلاف ہے۔ ضبط تولید کی وجہ سے معاشرہ اعتقادی ارتداد، بے حیائی، قومی سطح پر جنسی بے راہ روی، ملکی دفاع اور اقتصادی ترقی کے لیے درکار افرادی قوت میں کمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ نیز اس سے نفسیاتی و اعصابی تناؤ کے سبب بسا اوقات ماؤں اور بچوں کی صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔

کونسل نے اس دلیل کو رد کرتے ہوئے کہ آبادی میں اضافے سے قومی وسائل کم پڑ جائیں گے رائے ظاہر کی کہ یہ دلیل اعداد و شمار کی رو سے غلط ثابت ہو چکی ہے۔ لیکن مغرب کے پروپیگنڈے باز اپنی بدنیتی کے باعث اسے تیسری دنیا کے ممالک و اقوام کے سامنے برابر پیش کیے جا رہے ہیں۔ للذا کونسل سفارش کرتی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو حکومتی سطح پر ترک کیا جائے (ایضاً ص ۸۰-۸۱)۔

لام نے بحث و مباحثہ اور تحقیق و جستجو کی آزادی ہر مسلمان کو دی ہے اور اختلافی امور میں تمام آرا ام کی روایت قائم کی ہے لیکن یہ بھی اسلام کا مزاج اور مسلم معاشرے کی شناخت ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرنے کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (الاحزاب ۳۳:۳۶) کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

ایک طرف پاکستان کی اسلامی فلاحی ریاست کی بات کی جاتی ہے اور نظریاتی اور تہذیبی فریم ورک کا ریفرنس دیا جاتا ہے تو دوسری طرف ایک واضح خلاف شریعت پالیسی کو جنگی بنیادوں پر ملک و ملت پر مسلط کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ صدر مملکت اپنی تمام شرعی وجاہت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ''ماہرین کے مطابق ان مسائل کا بنیادی سبب آبادی میں تیز رفتار اضافہ اور مقابلتاً معاشی وسائل کا سست روی سے بڑھنا ہے۔ وسائل اور مسائل میں توازن پیدا کرنے کے لیے ہمیں آبادی میں اضافے کو معتدل سطح پر لانے کی سعی کرنا ہو گی جس سے ملک کی ہمہ پہلو ترقی کے ساتھ ساتھ عام آدمی بالخصوص زیریں طبقوں کی ترقی و خوش حالی کو یقینی بنایا جا سکے۔ ایک اسلامی فلاحی مملکت کی حیثیت سے یہ ریاست کی ذمہ داری ہے'' (عالمی یوم آبادی، ۱۱ جولائی ۲۰۰۰ء، وزارت بہبود آبادی اسلام آباد، صدر کا پیغام)۔

اس کتابچے میں قومی پالیسی برائے آبادی کے مرکزی اہداف کے چوتھے نکتے میں ''پاکستان کے عوام کی مذہبی، اخلاقی اور تہذیبی اقدار کی حدود'' اور نمایاں جھلکیوں میں ''بچوں کی پیدائش کے معمول میں رضاکارانہ تبدیلی'' کی بات کی گئی ہے۔

چیف ایگزیکٹو صاحب نے اپنی تقریر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد اور اس مقدس اعلان کے ساتھ کہ: میں امید کرتا ہوں کہ اضافہ آبادی کی شرح کم کرنے کا حتمی مقصد نظریاتی اور ثقافتی طور پر قابل قبول فریم ورک میں حاصل کیا جائے گا، فرمایا ہے کہ:

> اس بات کی کافی شہادت موجود ہے کہ آبادی میں بے روک ٹوک اضافے نے قوم کی ترقیاتی کوششوں اور انفرادی فلاح و بہبود پر نقصان دہ اثر ڈالا ہے۔ اس لیے مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوتی ہے کہ گو کہ پاکستان نے آغاز کرنے میں تاخیر کی ہے لیکن اب وہ اس حوالے سے تبدیلی کے دائرے میں داخل ہو گیا ہے اور اس کی اضافہ آبادی کی شرح ۲.۲ فی صد تک گر گئی ہے۔ لیکن سہل انگاری کی گنجایش نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھوئے ہوئے وقت کی کمی پوری کرنے کے لیے ہمیں مسئلے کو جنگی بنیادوں پر حل کرنا چاہیے۔

چیف ایگزیکٹو صاحب نے آبادی میں اضافے کی شرح کو ۱.۹ فی صد تک لانے کی تاکید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ کاش آبادی کم کرنے کا کام پہلے سے شروع ہو جاتا تاکہ ملک کی آبادی ۱۳۵ ملین کی بجائے زیادہ سے زیادہ ۸۰ یا ۹۰ ملین ہوتی۔ انھوں نے وہی گھسے پٹے دلائل بھی نقل فرما دیے ہیں جن کا وعظ ۵۰ سال سے مغربی سیاست دان اور استعماری ادارے کر رہے ہیں اور جن کی جگالی تیسری دنیا کے سارے ہی ممالک کے حکمران اور این جی اوز کر رہے ہیں۔

محترمہ عطیہ عنایت اللہ جنرل ضیاء الحق، وزیراعظم جونیجو اور وزیراعظم نواز شریف کے قابل اعتماد حلقے

کی رکن رکین رہی ہیں اور اب چیف ایگزیکٹو کی قومی سلامتی کونسل کی رکن اور ان کی اس مہم کی سپہ سالار ہیں، سنہ ۲۰۰۳ء تک شرح آبادی میں اضافے کو ۱.۹ فی صد تک لانے کے عزم کا اظہار کرتی ہیں۔ وہ مانع حمل ادویہ اور آلات کو ۴۰ فی صد آبادی تک لے جانے کی قسم کھا رہی ہیں اور اسکولوں میں خاندانی منصوبہ بندی کی تعلیم عام کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہیں۔ انھوں نے ایک پیراگراف میں ۳ بار "ان شاء اللہ" کہہ کر اس جہاد کا اعلان کیا ہے۔ وہ جنرل مشرف صاحب کی پشت پناہی پر نازاں ہیں اور ان کو اپنی اچھی توقعات کی خوش خبری سنا رہی ہیں۔

ایک طرف اسلام کے دعوے اور دستور کی اسلامی دفعات کے احیا کا کارنامہ، اور دوسری طرف "بسم اللہ" اور "ان شاء اللہ" کے ساتھ خدا اور اس کے رسولؐ کے احکامات اور مسلم معاشرے کی اقدار اور شناخت کے خلاف اعلانِ جنگ ــــ یہی وہ قول و عمل کا تضاد، فکرونظر کی ژولیدگی اور قوم اور اس کے جذبات و احساسات سے تصادم اور ٹکراؤ ہے جو ہماری قومی زندگی کو اندر سے گھن کی طرح کھا رہا ہے اور وسائل کے ضیاع کا باعث بنا ہوا ہے۔ چیف ایگزیکٹو صاحب شکایت کناں ہیں کہ خاندانی منصوبہ بندی کی کوشش عوام کی شرکت نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو رہی لیکن وہ اتنا سمجھنے سے عاری ہیں کہ اگر آپ ان کے ایمان، اقدار اور تہذیبی روایات کے خلاف جنگ کریں گے تو وہ آپ سے تعاون کیسے کر سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ کی رحمت اور برکت اس نظام کو کیسے حاصل ہو سکتی ہے جو اللہ سے بغاوت، نظریاتی تناقص اور تہذیبی شترگربگی کا شکار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایسے لوگوں کو بڑی سخت تنبیہہ کی ہے اور یہ اس کی رحمت ہی ہے کہ ہمیں معمولی تنبیہیں ہی کر رہا ہے ورنہ ہماری قیادت تو اللہ کے عذاب کو کھلم کھلا دعوت دے رہی ہے۔

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ (الانفال ۸:۵۲-۵۳) انھوں نے اللہ کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اللہ نے ان کے گناہوں پر انھیں پکڑ لیا۔ اللہ قوت رکھتا ہے اور سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ اللہ کی اس سنت کے مطابق ہوا کہ وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے طرزِ عمل کو نہیں بدل دیتی۔

العیاذ باللّٰہ... اللہ تعالیٰ اس قوم کو اور اس کے رہنماؤں کو ہدایت دے کہ وہ اللہ سے بغاوت اور ظلم کے راستے سے بچیں، اللہ کی اطاعت کریں اور مسلم معاشرے کے مزاج اور روایت کے مطابق راہ عمل اختیار کریں۔ اللہ اس قوم کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور اسے توفیق دے کہ وہ حکمرانوں کے ان غلط طور طریقوں اور پالیسیوں کو تبدیل کرنے کے لیے سینہ سپر ہو جائے۔ یہی راستہ اللہ کے غضب سے بچنے کا

واحد راستہ ہے۔

ایک مسلمان معاشرے اور قوم کی حیثیت سے ہمارے لیے سب سے اہم پہلو دینی اور اخلاقی ہی ہے کہ اس پر ہماری دنیا اور آخرت کا انحصار ہے۔ لیکن صرف اطمینان قلب کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسئلے کے سیاسی اور معاشی پہلوؤں کا مطالعہ کرلیا جائے تاکہ قوم اور اس کے حکمرانوں کے سامنے دلائل پوری قوت کے ساتھ سامنے آجائیں اور جو کھیل عالمی سطح پر کھیلا جا رہا ہے اس کا پورا تانا بانا بے نقاب ہو جائے۔ جہاں ہمارا دل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر مطمئن اور مسرور ہے' وہیں ہم الحمدللہ بڑے مضبوط اور محکم عقلی اور تاریخی دلائل کی بنیاد پر خاندانی منصوبہ بندی کو انسانیت کے خلاف ایک ظلم' تہذیب و شرافت کے خلاف ایک جنگ اور معاشی اعتبار سے ایک مکمل خسارے کا سودا سمجھتے ہیں اور بڑے انکسار لیکن بڑے اعتماد کے ساتھ خاندانی منصوبہ بندی کے مویدین اور پرچارکوں سے کہتے ہیں: ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین' لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ افراد خاندان کی تعداد کے تعین کا اختیار کسے حاصل ہے؟ یہ تحدید نسل اور خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک کا بنیادی نکتہ ہے۔ آیا یہ حق شوہر اور بیوی کا ہے کہ اللہ کی مشیت کے تحت اپنی آزاد مرضی سے اپنے خاندان کے معاملات کو طے کریں یا یہ حق کسی حکومت' عالمی ادارے' اقوام متحدہ یا سوپر پاور کا ہے کہ وہ دنیا بھر کے انسانوں کے لیے یہ طے کریں کہ ان کے خاندان میں کب اضافہ ہو اور وہ کتنا بڑا خاندان رکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آبادی کی منصوبہ بندی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام کے تحت ہو رہی ہے اور اس میں انسان کا دخل جزوی اور محض ایک وسیلے کا ہے۔ لیکن اللہ کی اس مشیت کے تحت شرف آدمیت کے بھی کچھ اصول و آداب ہیں اور ان میں انسانی نسل کی بقا اور افزایش کے لیے نکاح اور خاندان کا نظام بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

جس طرح جبر کا نکاح باطل ہے اسی طرح جبریا بیرونی حکم اور پلان کے تحت افزایش نسل کی صورت گری فرد (شوہر اور بیوی) کے بنیادی حقوق کی نفی' شرف انسانی کی تذلیل اور ایک نوع کی غلامی کی ترویج کے مترادف ہے۔ جو لوگ انسانی حقوق کا راگ دن رات الاپتے رہتے ہیں اور نظری طور پر انسانی حقوق میں خاندان قائم کرنے کے حق کو بھی تسلیم کرتے ہیں' ان کے لیے یہ موقف اختیار کرنے کا کیا جواز ہے کہ یہ حق خاندان کے کارفرما (شوہر اور بیوی) کا نہیں کہ وہ اپنے مالک کے فضل سے اپنے لیے اپنی اولاد کی شکل میں آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کریں بلکہ یہ اختیار حکومت کا' بلکہ عالمی اداروں اور این جی اوز کا ہے کہ وہ ان کے لیے افراد خاندان کی تعداد طے کریں۔ کوئی بیرونی قوت کیوں یہ طے کرے کہ ایک خاندان میں ایک

بچہ ہونا چاہیے یا دو یا تین' اور ایک ملک کی آبادی میں اضافے کی شرح ۲.۲ فی صد ہو یا ۱.۹ فی صد اور ایک ملک کی آبادی ۱۴ کروڑ ہو یا ۸ کروڑ۔

سب سے اہم سوال انسانی حقوق اور شرف انسانیت کے تحفظ کا ہے۔ اور اس پہلو سے تحدید نسل اور خاندانی منصوبہ بندی کی عالمی تحریک اور حکومتی حکمت عملی ایک نئی طرز کی غلامی اور محکومی کا نظام ہے۔ جس طرح ماضی کے غلاموں کو یہ حق نہ تھا کہ اپنی مرضی سے شادی کریں اور خاندان آباد کریں' اسی طرح آزادی اور حقوق انسانی کے سارے دعوے کے باوجود خاندان کے دائرے میں جبر کے اس نظام کے تحت فرد سے اس کا یہ حق چھینا جا رہا ہے اور اسے حکومت اور عالمی طاقتوں کے حکم کا تابع مہمل بنایا جا رہا ہے۔ غلامی کے یہ طوق بڑے خوب صورت ناموں سے ہماری گردنوں میں ڈالے جا رہے ہیں' کبھی اسے ضبط ولادت کہا جاتا ہے' کبھی خاندانی منصوبہ بندی' کبھی خاندانی بہبود! ایک طرف تولیدی حقوق کی بات ہوتی ہے تو دوسری طرف تولیدی نظام کو حکومتی فیصلے اور جبر سے بلکہ جنگی بنیادوں پر مسلط کرنے کے عزائم کا اظہار ہوتا ہے۔

اسلام تو اس معاملے میں اتنا حساس ہے کہ عائلی زندگی میں شوہر اور بیوی کو باہم مشورے اور رضامندی سے حقوق کی ادائیگی کا سلیقہ سکھاتا ہے اور عزل' جس کی خاص حالات میں بہ کراہت اجازت ہے' اس کے بارے میں فقہا کی ایک تعداد نے یہ وضاحت بھی ضروری سمجھی ہے کہ شوہر' بیوی کے مشورے اور اجازت سے کرے۔ لیکن تحدید نسل کے فلسفے اور اس کی عالمگیر تحریک نے شوہر اور بیوی کے اس حق پر شب خون مارا ہے' اور اس انفرادی' نجی' نازک اور اخلاقی معاملے کو وزارت آبادی اور عالمی اداروں کے احکام کا پابند کرنے کا شیطانی کھیل کھیلا ہے۔ اس کے لیے وہ ذرائع تجویز کیے ہیں جو معاشرے سے شرم و حیا کو رخصت کر دیں' جنسی شعور (sex awareness) اور جنسی تعلیم کے نام پر آزاد جنسی زندگی کے دروازے کھولے جا رہے ہیں تاکہ خاندان اور معاشرہ بے راہ روی اور تباہی کا شکار ہو جائے۔

یہ تحریک' انسان کی آزادی' خاندان کے نظام اور معاشرے میں عفت و عصمت کے تحفظ کے لیے ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ خاندانی معاملات میں حکومت' این جی اوز اور عالمی ایجنسیوں کی مداخلت کا ایک ایسا نظام ہے جو درحقیقت غلامی کا ایک نیا جال ہے۔

بظاہر خاندانی منصوبہ کا یہ نظام رضاکارانہ کہا جاتا ہے' مگر اس کے لیے ترغیب و ترہیب کا ہر ہتھکنڈا استعمال کیا جا رہا ہے۔ بیرونی امداد اس کے ساتھ مشروط ہے۔ پروپیگنڈے کا ایک طوفان ہے' جس نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور ہٹلر کے وزیر اطلاعات جنرل گوئبلز کے اس اصول پر' کہ ایک جھوٹ کو اتنی بار اور اس تعدی سے نشر کرو کہ اس کو سچ مان لیا جائے' عمل ہو رہا ہے۔ کبھی سائنس کا سہارا لیا جاتا ہے' کبھی معاشیات کی دہائی دی جاتی ہے' کبھی صحت اور توانائی کا رونا رویا جاتا ہے اور کبھی قحط اور

افلاس کے عفریت سے ڈرایا جاتا ہے۔ ثقافتی استعمار کا ہر حربہ استعمال کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ جبر کے ہتھیار بھی' کھلے اور چھپے' استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا جاتا اس لیے کہ اس تحریک کی سو سالہ تاریخ کا فیصلہ یہی ہے کہ:

> تیسری دنیا کی حکومتیں اب ضبط ولادت کی تعلیم کی پشت پناہی کر رہی ہیں لیکن چین میں اس کے سفاکانہ اطلاق کے ذریعے کامیابی کی مثال کے علاوہ اس نے آبادی میں تیز رفتار اضافے کو کم کرنے میں ابھی تک کوئی اثر نہیں ڈالا ہے A History of the World in the Twentieth Century از جے اے ایس گران ویل' ہارورڈ یونی ورسٹی پریس' ۱۹۹۴ء' ص ۲)۔

حقیقت ہے کہ چین (مابعد ماؤ کا دور) ہو یا بھارت (اندرا گاندھی کی متشددانہ پالیسی)' جہاں جبری نس بندی اور لازمی تحدید کی پالیسیوں کے نفاذ کے لیے ریاست کی قوت' جیل' جرمانہ اور جسمانی تشدد کے حربے استعمال کیے گئے' سب کچھ عالمی اداروں خصوصیت سے ورلڈ بنک اور اقوام متحدہ کے شعبہ آبادی کے ایما اور ان کی آشیرباد سے کیا گیا۔ بقول الزبتھ لیاگن (Elizabeth Liagin):

> حقیقت یہ ہے کہ "ایک جوڑا' ایک بچہ" کی بدنام زمانہ چینی پالیسی' جو نس بندی اور آخری مہینوں تک کے اسقاط حمل کے ساتھ ایک مکمل پالیسی تھی' ورلڈ بنک کی ۸۰ کے عشرے میں آبادی' غذا اور صحت کے شعبے کے لیے ۲۰۰ ملین ڈالر کی بہت بڑے پیمانے پر مدد سے نافذ کی گئی۔ بھارت میں "آبادی ایمرجنسی" کے نتیجے میں لاکھوں افراد کی جبریہ نس بندی ہوئی اور اس کے نتیجے میں ہزاروں اموات واقع ہوئیں۔ اسے ورلڈ بنک نے ۱۹۷۱ء کے اپنے آبادی پراجیکٹ میں ۲۱ ملین ڈالر کی امداد دی Excessive Force: Power, Politics and Population Control)' از الزبتھ لیاگن' واشنگٹن' ص ۸۲)۔

ورلڈ بنک کے انسانی حقوق کے مسئلے سے کس طرح کنی کترائی ہے اس کا اندازہ اس بحث سے کیجیے جو اس ادارے کے ایک ورکنگ پیپر (Costs, Payments and Incentives in Family Planning Programs) میں کی گئی ہے۔ پہلے ذرا سوال کو سمجھ لیں:

> اخلاقی مخمصے کا ایک نازک پہلو اس کش مکش میں پایا جاتا ہے جو ایک حکومت کے' اپنی موجودہ اور مستقبل کی نسلوں کے تحفظ کے معمول کے فرائض' اور موجودہ افراد کے' اپنے خاندان کے افراد کی تعداد طے کرنے کے حق کے آزادانہ استعمال کے درمیان ہوتی ہے۔

اسی لیے ۱۹۷۴ء میں اقوام متحدہ کی ایک دستاویز World Population Plan of Action نے بھی بڑی چابک دستی سے اس مسئلے کو اٹھایا تھا اور مذکورہ ورکنگ پیپر میں بھی اس دستاویز کا یہ حوالہ دیا گیا ہے کہ: تمام جوڑوں اور افراد کو اپنے بچوں کی تعداد اور پیدایش کے وقفوں کا آزادانہ اور ذمہ دارانہ انداز سے

تعین کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔

لیکن یہ حق تسلیم کرنے کے بعد نتیجہ اور فیصلہ کیا کیا جاتا ہے؟ ذرا غور سے پڑھیے:

تضادات واضح ہیں۔ جوڑے اور افراد "آزادانہ" فیصلہ کر سکتے ہیں مگر یہ ذمہ دارانہ بھی ہو اور دیگر ضروریات کی روشنی میں بھی۔ جیسا کہ دوسرے بہت سے انسانی حقوق کے بارے میں ہے' یہ امر کہ لوگ اپنے بچوں کی تعداد اور پیدایش میں وقفوں کے تعین کا حق رکھتے ہیں' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حکومت اس میں ہرگز مداخلت نہیں کر سکتی (ملاحظہ ہو Ethical Approach to Family Planning in Africa فریڈ ٹی سائے' اور کے نیومین)۔

لیجیے' ایک جملے سے سارے انسانی حقوق کا جنازہ نکل گیا۔ اصل مسئلہ' جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے انسانی حقوق' یا انسانی مفاد کا نہیں بلکہ بڑی طاقتوں کے سیاسی مفادات' عالمی بالادستی اور کلچرل بالادستی کا ہے۔ اس کے لیے فرد کی آزادی کی نفی اور قوموں کی محکومی دونوں ضروری ہیں۔ ضرورت ترقی پذیر ممالک کی نہیں' سامراجی قوتوں کی ہے اور سب کو اس کے لیے آلہ کار بنایا جا رہا ہے۔ البتہ لیاگن صاف الفاظ میں اعتراف کرتی ہے کہ:

ستم ظریفی یہ ہے کہ ورلڈ بنک اپنے پروگراموں کو اس واضح تصور کے ساتھ' جسے بعض اوقات واضح طور پر بیان بھی کر دیا جاتا ہے' روبہ عمل لاتا ہے کہ تحدید آبادی غیر ضروری ہے اور جنوبی کرہ ارض کی ترقی پذیر معیشتوں کے لیے ضرر رساں ہے (ایضاً' ص ۸۳)۔

فرد کی یہ تذلیل' حقوق انسانی کی یہ پامالی اور شرف انسانیت کی یہ تحقیر' آزادی' جمہوریت اور معاشی ترقی کے نام پر کی جا رہی ہے اور اس پر کوئی شرم اور ندامت محسوس نہیں کی جاتی بلکہ کھلے بندوں اپنے اس "حق" کا اعلان ہوتا ہے کہ عالمی اداروں اور مغربی اقوام کے لیے دوسروں کی نسل کشی جائز ہے اور ان کے لیے یہ سب حلال ہے! مغربی تہذیب کے ایک بڑے علم بردار اور دانش ور برٹرینڈرسل نے اپنی کتاب Marriage and Morals (مطبوعہ لندن ۱۹۸۵ء' ص ۱۴۱) میں پوری صفائی اور ڈھٹائی سے کہہ دیا تھا کہ:

اگر دوسری قومیں [مراد ہے: مشرقی اور افریقی قومیں' خصوصاً مسلم اقوام] اپنی زیادہ شرح پیدایش سے دنیا میں توازن اقتدار پلٹ رہی ہیں تو [ہماری یعنی مغربی] طاقت ور فوجی قوتیں' اس صورت حال پر' آرام سے نہیں بیٹھی رہیں گی۔

اپنے مفادات اور بالادستی کے تحفظ کے لیے اگر وہ جنگ کے ذریعے آبادیوں کا صفایا کریں' یا خانہ جنگیوں کو پروان چڑھا کر (جیسا روانڈا میں حال ہی میں کیا گیا) یا اختیاری اور جبری تحدید نسل اور خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعے کسی ملک کی آبادی کو محدود کر دیں تو یہ بھی ان کا "حق" ہے۔ اقبال نے مغربی تہذیب کے اسی جنون کا ادراک کرتے ہوئے کہا تھا:

تہذیب کا کمال' شرافت کا ہے زوال
غارت گری جہاں میں ہے' اقوام کی معاش
ہر گرگ کو ہے برۂ معصوم کی تلاش

دوسرا بنیادی سوال یہ ہے کہ جو خود اس دنیا میں آگئے اور اس کی نعمتوں سے دل کھول کر متمتع ہو رہے ہیں انھیں کس دلیل اور کس کی سند پر یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسروں کے اس دنیا میں آنے پر پابندیاں لگائیں اور گنتی کر کے طے کریں کہ اتنے انسان پیدا ہو سکتے ہیں اور اتنے نہیں؟ اللہ نے تو یہ حق اپنے لیے محفوظ رکھا تھا:

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ط (اٰل عمرٰن ۳: ۶) اللہ ہی وہ ذات ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے رحم مادر میں تمھاری صورت گری کرتا ہے--- اور یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ○ اَوْیُزَوِّجُهُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ط (الشوریٰ ۴۲:۴۹-۵۰) وہ جس کو چاہے لڑکیاں دے اور جس کو چاہے لڑکے دے اور جس کو چاہے لڑکے اور لڑکیاں' دونوں دے اور جس کو چاہے بانجھ بنادے کہ اس کی اولاد نہ ہو۔

مگر اب خدائی کے دعوے دار وہ بن گئے ہیں جو بزعم خود یہ جانتے ہیں کہ کتنے انسانوں کا دنیا میں آنا باعث خیر ہے اور کتنوں کا راستہ روکنا ان کا استحقاق ہے۔ محترمہ عطیہ عنایت اللہ اس طرح گوہرافشانی فرماتی ہیں کہ: اس سال کی عالمی رپورٹ کا مرکزی خیال خطرات سے محفوظ زچگی (safe motherhood) ہے۔ اس حوالے سے اضافہ آبادی کی شرح میں کمی کا براہ راست اور فوری نتیجہ' نوزائیدہ بچوں کی ہلاکت میں کمی ہے۔ آزمودہ حکمت عملی کے ذریعے ہم اللہ کی مرضی سے ۲۰۰۳ء تک ہر روز ۴۵۰ بچوں اور ۲۰ ماؤں کی زندگی بچا سکتے ہیں۔

اور اس لن ترانی میں وہ یہ بھول جاتی ہیں کہ حکومت کی ان دست درازیوں سے کتنی گودیں ہری ہونے سے رہ گئیں' کتنی ہی معصوم جانوں کا دنیا میں آنے سے پہلے ہی گلا گھونٹ دیا گیا' کتنے غنچے کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گئے' کتنے خاندان اپنے مستقبل کے نگہبانوں سے محروم رہ گئے اور کتنے ماں باپ یہ کہتے رہ گئے کہ "اے مرے لخت جگر' نور نظر' پیدا نہ ہو!"

یہی وہ دعویٰ ہے جو تحریک تحدید نسل کے سارے مبلغ بڑے زعم سے کرتے ہیں۔ مغرب میں ان کے سرخیل کنگزلے ڈیوس (Kingsley Davis) اور پال الرش (Paul Ehrlich) ہیں۔ ڈیوس کا ارشاد ہے:

مجھے آج تک کوئی یہ نہیں بتا سکا کہ ہمیں ان اضافی ۲ کروڑ ۳ لاکھ افراد کی کیا ضرورت ہے

(نیوزویک ۳۰ مارچ ۱۹۷۰ء، ص ۸۷)۔

اور پال الرش کا فتویٰ ہے:

میں کسی ایسے سبب کا تصور نہیں کر سکتا جس کی وجہ سے امریکہ میں ۱۵ کروڑ سے زیادہ افراد ہوں؟ اور نہ کسی دوسرے شخص نے اب تک مجھے ایسا کوئی سبب بتایا ہے (Saturday Review' ۱۱ مارچ ۱۹۷۲ء، ص ۴۵)۔

امریکہ کی یونی ورسٹی آف میری لینڈ کا پروفیسر جولین سائمن جس نے آبادی کے مسئلے پر دسیوں کتب تصنیف کی ہیں اور جس کی تحقیقات کو جرمن نوبل انعام یافتہ پروفیسر ہائک (V.A. Hayek) دور حاضر کی "بہترین تحقیقی کتب" قرار دیتا ہے، ان دعووں کی قلعی یوں کھولتا ہے:

آبادی کے بارے میں جتنا لٹریچر میں نے پڑھا ہے، اس میں ایک بات کا ذکر نہ ہونے سے حیرانی ہوئی ہے، اور تکلیف بھی۔ ایک انسان وجود میں لانا اور زندگی سے لطف اندوز ہونے کے قابل بنانا اسی طرح ایک اچھی بات ہے جس طرح ایک زندہ انسان کی زندگی بچانا اور تحفظ دینا ایک اچھی بات ہے۔ بلاشبہ موت اور کسی پیدایش کو روکنا ایک جیسی بات نہیں ہے، تاہم میں ان لوگوں کی فکر میں کوئی منطق نہیں پاتا جو ایک دور دراز ملک میں نسبتاً کم تعداد لوگوں کے بھوک سے مر جانے پر خوف زدہ ہیں، (اور بہ ظاہر اس سے زیادہ خوف زدہ جتنے کہ وہ اس دور دراز ملک میں سیاسی قتل کے ذریعے ہونے والی اموات پر ہیں، یا خود اپنے ملک میں حادثات میں ہونے والی اموات پر ہیں) لیکن اس بات پر خوشی مناتے ہیں کہ ایسے لاکھوں کروڑوں لوگ اس دنیا میں اپنی زندگی نہیں گزاریں گے، جو اگر ان کی پیدایش روکی نہ جاتی تو گزارتے۔ میں ڈیوس اور الرش کو زیادہ بچے پیدا کرنے اور ملک میں زیادہ تارکین وطن لینے کے لیے ایک سے زیادہ اسباب بتا سکتا ہوں جن میں سب سے کم اہم یہ ہے کہ زیادہ آبادی کا مطلب ہمارے پوتوں اور پڑپوتوں کے لیے زیادہ بلند معیار زندگی ہو گا (The Ultimate Resource' از جولین سائمن، یونی ورسٹی آف پرنسٹن پریس، ۱۹۹۶ء، ص xxxii)۔

قرآن نے کتنے غضب ناک انداز میں ان معصوم لڑکیوں کے بارے میں، جواب دہی اور بازپرس کی وعید دی ہے جو زندہ درگور کی جاتی تھیں۔ وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ○ (التکویر ۸۱: ۸-۹) اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟

کیا جن معصوم جانوں کو آنے سے پہلے ہی ختم کیا جا رہا ہے ان کے بارے میں سوال نہ ہو گا، خواہ ان کو

وجود میں آنے سے روکنے کے لیے کوئی بھی طریقہ اور راستہ اختیار کیا جائے؟

اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا ہے اور اس کے لیے زمین و آسمان کی وسعتوں کو مسخر کر دیا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ○ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۰) ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انھیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

رزق کی کنجیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور اس نے افلاس کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنے کو حرام قرار دیا: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ (بنی اسرائیل ۱۷:۳۱) اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔

اولاد کا قتل یا ان کو اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی روک دینا اللہ کے باغیوں کو بڑا اچھا لگتا ہے مگر اللہ اسے بربادی کا راستہ قرار دیتا ہے: وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ (الانعام ۶: ۱۳۷) اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے تاکہ ان کو ہلاکت میں مبتلا کریں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ بنا دیں۔

انسان پر اس سے بڑا ظلم کوئی اور نہیں کیا جا سکتا کہ محض اپنے عیش و آرام کے تحفظ کی خاطر، خدا کی خدائی میں دخل اندازی کی جائے اور آنے والی روحوں کا راستہ روکا جائے ___ ایسے موہوم، بودے اور برخود غلط تصورات کی بنیاد پر کہ وسائل کم ہیں، معاشی ترقی رک جائے گی، زمین پر گنجایش نہیں، ماحول خراب ہو رہا ہے، معیار زندگی بلند نہیں ہو پا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں سب کے لیے وافر گنجایش پیدا کر رکھی ہے، کمی اگر ہے تو انسانی کوشش اور جدوجہد کی۔ شیخ سعدیؒ نے درست فرمایا:

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکار اند
تا تو نانے بہ کف آری و بہ غفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

(ابر، ہوا، سورج، آسمان، ان سب کی مدد سے تو اس قابل ہوتا ہے کہ ایک روٹی اپنے ہاتھ میں لے۔ اسے غفلت سے نہ کھا۔ یہ سب تیرے لیے ہر وقت مصروف ہیں اور تیرے فرماں بردار ہیں۔ یہ انصاف کی بات نہیں کہ تو فرماں بردار نہ بنے)۔ (جاری)

اشارات کے انگریزی ترجمے کے لیے دیکھیے: www.jamaat.org